DOI: https://doi.org/10.52541/fn.v61i4.1491

خبر واحد کے ذریعے قرآن کریم کی تخصیص کا معنی پر اثر
جمہور فقہائے کرام کے اصول کا تحقیقی مطالعہ

ہدایت اللہ ❁
ثناء اللہ ❁

The Effects of Specifying the Qur'ānic Meanings Based on *Khabar-i Wāḥid*: A Study of the Jurists' Principles

Hidayat Ullah❁
Sana Ullah❁

ABSTRACT: The legal and epistemological status of *Khabar-i Wāḥid*—a solitary ḥadīth report that falls short of *tawātur*—has been a subject of substantive debate within the classical Islamic legal tradition, particularly regarding its capacity to specify or restrict the general purport of Qur'ānic texts. While *mutawātir* transmissions yield certain knowledge (*ʿilm al-yaqīn*), *Khabar-i Wāḥid* produces only probabilistic knowledge (*ẓannī al-dalālah*), thus raising critical questions about its authority vis-à-vis the definitive text of the Qur'ān. Two primary juristic perspectives are discernible. The majority of scholars—including Imām Mālik b. Anas, Imām al-Shāfiʿī, and Imām Aḥmad b. Ḥanbal—affirm the permissibility of *takhsīṣ* (specification) of general Qur'ānic rulings through authentic *Khabar-i Wāḥid*, provided the report meets stringent conditions of soundness, continuity, and narrator integrity. This position is further supported by evidences from the praxis of the Prophet's Companions (*Ṣaḥābah*) and the generational consensus of the Tābiʿīn. In contrast, Imām Abū Ḥanīfah restricts the application of *Khabar-i Wāḥid* in such instances, especially when the report lacks widespread acceptance or recognition among the Tābiʿīn. He maintains that permitting a solitary report to delimit a Qur'ānic generality would amount to its implicit abrogation

❁ پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر، شعبہ قرآن و تفسیر، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد۔
❁ چیئرمین شعبہ قرآن و تفسیر، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد۔
❁ Ph.D Research Scholar, Department of Quran & Tafseer, Faculty of Arabic & Islamic Studies, AIOU.
❁ Chairman, Department of Quran & Tafseer, Faculty of Arabic & Islamic Studies, AIOU, Islamabad (sana.ullah@aiou.edu.pk)

(*naskh*), a methodological breach considering the Qur'ān's superior epistemic certainty and divine origin. This study explores the nuanced positions of these classical jurists, underscoring the broader implications for Islamic legal theory (*uṣūl-i fiqh*), particularly in relation to the hierarchy of evidentiary sources, interpretive authority, and the reconciliation of textual certainty with juridical flexibility.

Keywords: *Ḥadīth*, Qur'ān, Exclusion, juridical status, *Khabar-i wāḥid*, abrogation.

Summary of the Article

Khabar-i wāḥid is a type of Ḥadīth in the literature of ḥadīth sciences. It is not a continual one (*mutawātir/* متواتر) and not multi-narrated. Since a *Khabar-i wāḥid* is narrated by only a few narrators, it is considered to be of suppositive (*zannī*) authenticity, as compared to *mutawātir* narrations, which have definitive (*qaṭ'ī*) authenticity. Sometimes, there is some exclusion in *Khabar-i wāḥid* from the general text of the Holy Qur'ān. Different opinions are available about such specification or exclusion. There are four schools of thought on this matter, each presents its evidence to support its views. *Al-Shaokānī* has discussed these four views under the discussion of "the permissibility of specifying the Qur'ān through *Khabar-i wāḥid*. Similarly, in *Jam' al-Jawāmi'*, Taj al-Dīn al-Subkī has discussed this issue in the context of exclusion.

1. Permission: Followers of Sunnah also have two opinions. The majority of scholars (consisting of Ahmed b. Ḥanbal, Muhammad b. Idrees Al-Shāf'ī and Mālik b. Anas) say that it is permissible to specify (*takhṣīṣ*) the Qur'ān through a *Khabar-i wāḥid*. They make exclusion through *Khabar-i wāḥid* with the condition that it must be correct and sound (one which has a continuous chain of narrators, each narrator having met with the one he narrated from, and in which each narrator is known to be righteous and to have a good memory). They also assist it with the evidence that consensus of the holy prophet's (peace be on him) companion is also exist on such issues and the other group also accepted its application in some issues with the consideration that it was famous during the age of T*ābi'īn* (generation of scholars and jurisprudents who had met only the prophet's companions and learnt from them).
2. Explanation: This opinion is attributed to the Ḥanafī School, and they have three views on this matter. Abū Ḥanīfah viewed that if it is not famous during the age of *Tābi'īn,* then it is abrogation of the Holy Qur'ān by the *Khabar-i wāḥid,* which is too little in rank as compared to the holy text, and that is why it is not allowed.
3. Forbiddance: This view is attributed to the *Mu'tazilah*, a few from Ḥanābilah, some theologians, and some jurists from Iraq. Abū al-Husain al-Baṣarī is from those people who gave permission.
4. Suspension: This is the view of Qādī Abū Bakr al-Baqillānī. It means that due to the conflict between two matters—where the general text indicates affirmation and the specification indicates negation—and since

the text of the Qur'ān is definitive (*qaṭ'ī*) while specification is suppositive (*zannī*), it is not correct to give preference to specification.

تمہید

علماے اصول میں کئی اصولوں میں اتفاق پایا جاتا ہے، جب کہ ایسے اصول بھی ہیں جن میں اختلاف موجود ہے۔ انھی مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ آیا خبرِ واحد، جو ظنی الثبوت ہے، اس کے ذریعے قرآن جو قطعی الثبوت ہے، کی تخصیص کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ جمہور اصولیین اور حنفیہ کے مابین اس مسئلے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ زیرِ نظر مقالے میں اس اختلاف اور پھر اس کے نتیجے میں جو اثر احکام پر مرتب ہوتا ہے، اس پر بحث کی جائے گی۔

قرآن قطعی الثبوت ہے جب کہ آحاد ظنی الثبوت ہیں، اس لیے جب آحاد کے ذریعے تخصیص کی جاتی ہے تو یہ سوال اٹھتا ہے کہ آیا عام قطعی الثبوت کو خاص ظنی الثبوت کے ذریعے تخصیص کرنا درست ہے یا نہیں؟

واضح رہے کہ اس مسئلے میں اختلاف تو سنتِ متواتر کے ذریعے تخصیص کرنے میں بھی موجود ہے تو پھر اخبارِ آحاد سے تخصیص میں اختلاف بطریق اولیٰ ہو گا جیسا کہ جوینی نے بیان کیا ہے۔

اس میں چار مذاہب ہیں اور ان کے اپنے دلائل ہیں۔ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے چاروں اقوال "جواز تخصیص الکتاب بخبر الواحد" کے عنوان کے تحت بیان کیے ہیں، اس طرح جمع الجوامع میں تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تخصیص کے حوالے سے بیان کیا ہے۔[۱]

جواز: جمہور کہتے ہیں کہ خبر واحد کے ذریعے قرآن کریم کی تخصیص جائز ہے۔[۲] یہ قول امام الحرمین ابو المعالی الجوینی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے جو فرماتے ہیں کہ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ خبر واحد کے ذریعے کتاب کی تخصیص قطعی طور پر ممکن ہے۔[۳] امام الحرمین الجوینیؒ نے ورقات میں تخصیص کو مطلق ذکر کیا ہے یعنی جواز

۱۔ محمد بن علی بن البصری ابو الحسین، **المعتمد**، تحقیق: خلیل المیس (بیروت: دار الکتب العلمیة ۱۴۰۳ھ)، ۲: ۱۵۵؛ حسن العطار، **حاشیة العطار علی جمع الجوامع** (بیروت: دار الکتب العلمیة)، ۲: ۶۳۔

۲۔ محمد بن علی الشوکانی، **إرشاد الفحول**، محقق: شیخ احمد عزو عنایہ (دمشق: کَفْر بَطْنا، دار الکتاب العربي، ۱۹۹۹ء)، ۱: ۳۸۷۔

۳۔ عبد الملک الجوینی ابو المعالی، **البرھان**، تحقیق: عبد العظیم محمود الدیب (مصر: دار الوفاء المنصورة، ۱۴۱۸ھ)، ۱: ۲۸۶۔

تخصیص الکتاب بالسنة اور اس میں متواتر اور خبر واحد کی کوئی قید ذکر نہیں کی ۔ ابن السمعانیؒ فرماتے ہیں: عام مخصص کرنے سے مجاز نہیں بنتا، اس لیے عام سے تخصیص کرنا جائز ہے۔[۴] زرکشیؒ، ابن العربیؒ اور آمدیؒ نے اس قول کو ائمۂ اربعہ سے منسوب کیا ہے،[۵] لیکن یہ انتساب صحیح نہیں ہے، کیوں کہ احناف کے ہاں اس میں تفصیل ہے۔

تفصیل: یہ قول احناف کی طرف منسوب ہے اور ان کے ہاں تین اقوال ہیں:

۱۔ قرآن کریم کے عموم سے اگر دلیلِ قطعی کے ذریعے خصوص ہو چکا ہے خواہ یہ دلیلِ قطعی متصل ہو یا منفصل تو یہ حقیقت سے مجاز کے منزلہ پر ہوا ہے تو خبرِ واحد کے ذریعے اس سے تخصیص کرنا صحیح ہے اور اگر اس سے تخصیص نہیں ہوئی تو یہ حقیقت اپنے حال پر ہے اور اس سے تخصیص کرنا صحیح نہیں ہے یہ ابو موسیٰ عیسیٰ بن ابان (متوفی سنہ ۲۲۱ھ) کا قول ہے۔[۶]

۲۔ جہاں اجماع ہو وہاں تخصیص جائز ہے ورنہ نہیں، لیکن تحقیق سے پتا چلتا ہے کہ اس قول کا انتساب احناف کی طرف صحیح نہیں ہے۔[۷]

۳۔ ابو الحسن عبید اللہ بن الحسین کرخیؒ (متوفی سنہ ۳۴۰ ھ) کے نزدیک جب تخصیص دلیلِ منفصل کے ذریعے ہو خواہ قطعی ہو یا ظنی تو پھر تخصیص خبر واحد کے ذریعے جائز ہے ۔[۸]

توقف: یہ قاضی ابو بکر باقلانی مالکی اشاعری (متوفی سنہ ۴۰۳ ھ) کا مذہب ہے۔[۹] اس کا مطلب یہ ہے کہ

۴۔ منصور بن محمد المروزی السمعانی، **قواطع الأدلة في الأصول**، محقق: محمد حسن محمد حسن اسماعیل الشافعی (بیروت: دار الکتب العلمية،۱۴۱۸ھ/۱۹۹۹ء)،۱: ۱۸۰۔

۵۔ بدر الدین محمد بن بہادر الزرکشی، **البحر المحیط فی أصول الفقه** (۔۔۔دار الکتبی، ۱۹۹۴ء)، ۲: ۴۹۷ ؛ القاضی ابو بکر بن العربی المالکی، **المحصول**، تحقیق: حسین علی الیدری (اردن: دار البيارق،۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء)،۸۸؛ علی بن محمد الآمدی، **الإحكام في أصول الأحكام**، تحقیق: سید الجمیلی (بیروت: دار الکتاب العربي، ۱۴۰۴ھ)،۲ : ۳۴۷۔

۶ ۔ الشوکانی، مرجعِ سابق،۱ : ۳۸۷۔

۷۔ آل تیمیہ، المسودة ، محقق: محمد محیی الدین عبد الحمید (بیروت: دار الکتاب العربي،)،۱۱۹۔

۸۔ الآمدی، مصدرِ سابق، ۲: ۳۴۷۔

۹۔ السمعانی، مرجعِ سابق، ۱ : ۱۸۵ ؛ الشوکانی، **إرشاد الفحول**، ۱ : ۳۸۷۔

تعارض امرین کی وجہ سے، جہاں عموم اثبات پر دلالت کرتا ہے اور خصوص نفی پر، اور چوں کہ متنِ کتاب قطعی ہے اور خصوص ظنی ہے، اس لیے تخصیص کو ترجیح دینا درست نہیں ہے۔(۱۰)

مانعین: معتزلہ، بعض حنابلہ، بعض متکلمین اور بعض فقہاے اہل عراق کی طرف یہ قول منسوب ہے۔(۱۱) ابوالحسین البصری جواز کا قائل ہے، (۱۲) حنابلہ کی طرف نسبت میں غزالی نے کن لوگوں کو مراد لیا ہے یہ معلوم نہ ہوسکا، اس لیے کہ سکتے ہیں کہ حنابلہ کی طرف یہ انتساب صحیح نہیں ہے۔ البتہ جو قول ابوالخطاب الحنبلی کی طرف منسوب ہے وہ اس طرح ہے "کیا نسخ القرآن بالسنۃ وارد ہوا ہے؟ لہذا انھوں نے اس بات کو مسترد کیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ قول میرے نزدیک اقوی ہے۔" یا مسئلۂ دباغ میں انھوں نے خاص وجہ کی وجہ سے خبر واحد کے ذریعے تخصیص نہیں کی ہے اور یہ ایسا ہے جیسے کہ ائمہ سے تفرد میں اقوال منقول ہے۔(۱۳)

مجوزین کے دلائل

نبی ﷺ نے اپنی سنت کے ذریعے قرآن کریم کی تعلیم اور تشریح فرمائی ہے، (۱۴) نیز آپ ﷺ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں فرماتے، (۱۵) بلکہ آپ وحی کے تابع تھے۔(۱۶) آپ ﷺ معصوم عن الخطاء تھے۔

۱۰- الشوکانی، **إرشاد الفحول**، ۱ : ۳۸۷؛ علاء الدین علی بن سلیمان المرداوی، **التحبیر شرح التحریر**، تحقیق : عبد الرحمن الجبرین، عوض القرنی، د. احمد السراح (الریاض: مکتبۃ الرشد، ۲۰۰۰ء)، ۶: ۲۶۵۸ ؛ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ المقدسی، **روضۃ الناظر وجنۃ المناظر**، تحقیق : عبد العزیز عبد الرحمن السعید (الریاض: جامعة الإمام محمد بن سعود، ۱۳۹۹ھ)، ۲۴۵؛ الشوکانی، مرجع سابق، ۱ : ۳۸۷؛ الزرکشی، مصدرِ سابق، ۲ : ۴۹۹؛ آمدی، مرجع سابق، ۲: ۳۴۷۔

۱۱- محمد بن الحسین ، **العدۃ** ، تحقیق : احمد بن علی المبارکی(جامعة الملك محمد بن سعود الإسلامية ، ۱۴۱۰ھ / ۱۹۹۰ء)، ۲ : ۵۵۲، الزرکشی، مرجع سابق، ۲: ۴۹۸۔

۱۲- وأما تخصيص الكتاب بالسنة فجائز۔ كما يجوز أن تدلنا السنة على غير ذلك من الأحكام، محمد بن علی، **المعتمد**، ۲۵۵۔

۱۳- آل تیمیہ، **المسودة في أصول الفقه** (الكتاب العربي)، ۱ : ۲۰۳، ۱۱۹۔

۱۴- ﴿وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ﴾ [القرآن، ۱۶: ۴۴۔]

۱۵- الشوکانی، **إرشاد الفحول**، ۲ : ۲۱۹۔

۱۶- ﴿وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰىؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى﴾ [القرآن، ۵۳: ۳، ۴۔]

اصولیین ایک مسئلے کو بیان کرتے ہیں کہ کیا کسی واقعے یا حادثے، جس کے بارے میں وحی متلو نازل نہ ہو، کیا آپ ﷺ اس کے بارے میں اپنی رائے پیش کر سکتے ہیں؟ اس میں دو اقوال ہیں اور ہر فریق کے اپنے اپنے دلائل ہیں، لیکن یہ مسلّم اور ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی اسوۂ حسنہ ہے اور امت پر نبی کی اطاعت لازم ہے۔(۱۷)

ابن السمعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام نے خبر واحد کے ذریعے تخصیص کی ہے۔(۱۸) امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تحویل قبلہ اور تحریم حُمُر اہلی (گھریلو گدھے) میں صحابہ نے خبر واحد پر عمل کیا ہے۔(۱۹)

عیسی بن ابان کہتے ہیں کہ یہ نسخ ہے اور نسخ نبی کریم ﷺ کی زندگی کے ساتھ خاص تھا، نبی کریم کی وفات کے بعد اس طرح نہیں کیا جا سکتا۔(۲۰)

وہ مسائل جن پر صحابۂ کرام کا اجماع منقول ہے کہ انھوں نے خبر واحد سے تخصیص کی ہے، اس کی کچھ مثالیں یہاں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ (۲۱) (اللہ تعالیٰ تمھیں اولاد کے بارے میں حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں اور دو سے زیادہ ہوں تو انھیں مال متروکہ کا دو تہائی ملے گا اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے۔)(۲۲)

۱۷۔ محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانی، أصول الفقه المسمى إجابة السائل، تحقیق: القاضی حسین بن احمد السیاغی اور حسن محمد مقبولی الاہدل (بیروت: مؤسسة الرسالة، ۱۹۸۶ء)، ۱: ۳۸۷؛ الشوکانی، إرشاد الفحول، ۲: ۲۱۸؛ صالح بن محمد بن نوح العمری الفلانی، إيقاظ همم أولي الأبصار للاقتداء بسيد المهاجرين والأنصار (بیروت: دار النشر، ۱۳۹۸ھ)، ۱: ۴، ابو بکر محمد بن احمد السرخسی، أصول السرخسي (بیروت: دار الكتاب العلمية، ۱۹۹۳ء)، ۲: ۹۱۔

۱۸۔ ابن السمعانی، قواطع الأدلة، ۱: ۳۳۷۔

۱۹۔ محمد بن الحسین بن محمد بن خلف ابن الفراء القاضی ابو یعلی، العدة في أصول الفقه، تحقیق: احمد بن علی بن سیر المبارکی، (بدون ناشر، ۱۹۹۰ء)، ۲: ۵۵۲– ۵۵۴۔

۲۰۔ الجصاص، الفصول في الأصول، ۱: ۱۶۹۔

۲۱۔ القرآن، ۴: ۱۱۔

۲۲۔ ترجمہ محمد جوناگڑھی کا لیا گیا ہے جو کہ فہد پرنٹنگ پریس سے شائع ہوا ہے۔

یہ آیت عام ہے، اولاد انبیا علیہم السلام کو بھی شامل ہیں لیکن ایک خبرِ واحد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہ ہو گا اور جو کچھ ہم نے چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔[۲۳] آیت غیر مسلم کو بھی شامل ہے، لیکن خبر واحد موجود ہے: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کسی کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔

۲- ﴿ وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ ﴾[۲۴] (ان عورتوں کے سوا اور عورتیں تمھارے لیے حلال کی گئیں۔)
یہ عام ہے اس میں زوجہ کی پھوپھی اور خالہ داخل ہیں، لیکن اس حدیث کی وجہ سے اس کو جمع نہیں کر سکتے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بھتیجی اور پھوپھی کو نکاح میں جمع نہیں کرنا چاہیے اور نہ خالہ بھانجی کو جمع کرنا چاہیے۔[۲۵] جصاص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

۱- یہ مشہور ہے اس لیے خبر واحد سے تخصیص ہوئی[۲۶] اور مشہور وہ ہوتا جس کو لوگوں نے قبول کیا ہو۔ احناف کے نزدیک مشہور متواتر کی طرح ہے۔[۲۷]

۲۳- عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ : لاَ نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، *محمد بن اسماعیل البخاری*، **الجامع الصحيح** ، كتاب فرض الخمس ،باب فرض الخمس، ۸ : ۱۸۵، رقم: ۶۷۲۷؛ *البخاری*، **الجامع الصحيح**، كتاب الفرائض، باب لا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ، ۸ : ۱۹۴، رقم: ۶۷۶۴۔

۲۴- القرآن، ۴: ۲۴۔

۲۵- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ : لاَيُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا ، وَلاَ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا، *البخاری*، **الجامع الصحيح** ، كتاب النكاح،باب لا تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا، رقم: ۵۱۰۹۔

۲۶- *زین الدین ابن نجیم المصری* ، **البحر الرائق شرح كنز الدقائق** (بيروت: دار المعرفة، س ن)، ۳: ۱۰۴۔

۲۷- المشهور ما كان من الآحاد في الأصل ثم انتشر فصار ينقله قوم لا يتوهم تواطؤهم على الكذب وهم القرن الثاني بعد الصحابة رضي الله عنهم ومن بعدهم وأولئك قوم ثقات ائمة لا يتهمون فصار بشهادتهم وتصديقهم بمنزلة المتواتر حجة من حجج الله تعالى حتى قال الجصاص أن أحد قسمي المتواتر، *البزدوی*، **أصول**، ۱ : ۱۵۲۔

۲۔ یہ اجماع ہے اور اجماع خبر واحد سے اولی ہے۔ [۲۸]

۳۔ یہ عام نہیں ہے، بلکہ مجمل ہے کیوں کہ شرط احصان کے ساتھ معلق ہے اور لفظ احصان مجمل ہے اس لیے خبر واحد کے ساتھ اس کی تخصیص جائز ہے۔ [۲۹]

۳۔ ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ [۳۰] (پھر اگر اس عورت کو (تیسری بار) طلاق دے دے تو اب اس مرد کے لیے جائز نہیں جب تک کہ وہ عورت اس کے سوا دوسرے سے نکاح نہ کرے۔)

اس میں وطی کی کی شرط نہیں، لیکن رفاعہ القرظی کی بیوی والی حدیث سے وطی کی تخصیص ہے۔ عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں انھوں نے بیان کیا کہ رفاعہ قرظی کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور عرض کیا کہ میں رفاعہ کے پاس تھی، انھوں نے مجھے طلاقِ بتّہ یعنی تین طلاقیں دے دیں، پھر میں نے عبدالرحمن بن زبیر سے نکاح کر لیا، لیکن ان کے پاس کپڑے کے حاشیے کی طرح ہے (یعنی نامرد ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو رفاعہ کے پاس پھر جانا چاہتی ہے یہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ تو عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے اور وہ تجھ سے لطف اندوز نہ ہو لیں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور خالد بن سعید بن عاص دروازے پر حاضری کی اجازت کے انتظار میں تھے۔ خالد نے کہا اے ابو بکر رضی اللہ عنہ کیا تم اس عورت کی بات نہیں سنتے ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بآواز بلند بات کر رہی ہے۔ [۳۱]

جصاص کہتے ہیں کہ ہم نے خبر واحد سے تخصیص نہیں کی ہے بلکہ تَنْكِحَ کو وطی کے معنی میں لیا ہے اور یہ لفظ اس معنی میں حقیقت ہے۔ [۳۲]

۲۸۔ وَيَدُلُّ عَلَى ذَلِكَ أَنَّ خَبَرَ الْوَاحِدِ يُرَدُّ بِالْإِجْمَاعِ وَلَا يُرَدُّ الْإِجْمَاعُ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ، الجصاص، **الفصول في الأصول**، ۱: ۱۷۵۔

۲۹۔ الجصاص، **الفصول في الأصول**، ۱: ۱۷۹۔

۳۰۔ القرآن، ۲: ۲۳۰۔

۳۱۔ امام بخاری، **الجامع الصحيح**، کتاب الشهادات، باب شَهَادَةِ الْمُخْتَبِي، ۳: ۲۲۰، رقم: ۲۶۳۹۔

۳۲۔ الجصاص، **الفصول في الأصول**، ۱: ۱۸۳۔

۴- ﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾ [۳۳] (زناکار عورت و مرد میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔)

آیت کا حکم غیر شادی شدہ کے لیے ہے۔ یہ خبر واحد سے معلوم ہوا ہے؛ کیوں کہ شادی شدہ کے لیے رجم ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے، اس نے پکار کر کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے زنا کیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ دوسری طرف پھیر لیا، پھر وہ آپ کے سامنے دوسری طرف منہ کرکے آیا اور کہا کہ میں نے زنا کیا ہے، آپ نے اس سے منہ پھیر لیا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تیسری مرتبہ آیا اور عرض کیا میں نے زنا کیا ہے، آپ نے پھر اعراض فرمایا تو پھر چوتھی مرتبہ آیا اور عرض کیا میں نے زنا کیا ہے۔ جب وہ اپنے آپ پر چار مرتبہ شہادت دے چکا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور فرمایا کہ کیا تو دیوانہ ہو گیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو شادی شدہ ہے؟ اس نے کہا جی ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے لے جا کر سنگ سار کر دو۔ ابن شہاب کا بیان ہے مجھ سے اس شخص نے بیان کیا کہ جس نے جابر کو کہتے ہوئے سنا کہ ہم نے عید گاہ میں رجم کیا، جب اسے پتھر لگے تو بھاگ نکلا ہم نے اسے مقام حرہ میں پالیا اور سنگ سار کیا۔ [۳۴]

۵- ﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ﴾ [۳۵] (طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔)

"مطلقات" عام ہے اس میں "حرۃ" اور "امہ" برابر ہے، لیکن پھر بھی باندی کی طلاقیں دو ہیں اور اس کے قرؤ دو حیض ہیں۔ [۳۶] احناف کہتے ہیں کہ یہ تخصیص خبر واحد سے نہیں کی گئی بلکہ سیاق سے واضح ہوتا

۳۳- القرآن، ۲۴: ۲۔

۳۴- البخاری، **الجامع الصحيح البخاري**، كتاب الطلاق،باب الطلاَّقَ فِي الإِغلاَقِ والكُرْهِ وَالسَّكْرَانِ وَالْمَجْنُونِ وَأَمْرِهِمَا وَالْغَلَطِ وَالنِّسْيَانِ فِي الطَّلاَقِ وَالشِّرْكِ وَغَيْرِهِ، ۷ : ۵۹، رقم: ۵۲۷۱۔

۳۵- القرآن، ۲: ۲۲۸۔

۳۶- عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِىِّ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ « طَلاَقُ الأَمَةِ تَطْلِيقَتَانِ وَقُرْؤُهَا حَيْضَتَانِ »، ابو داود سلیمان السجستانی، **سنن أبي داود**، الطلاق، باب فِى سُنَّةِ طَلاَقِ الْعَبْدِ (بيروت: دار الكتاب العربي)، ۲: ۲۲۳، رقم: ۲۱۹۱۔

ہے کہ یہ آیت آزاد عورتوں کے متعلق ہے (۳۷)

مولانا اشرف علی تھانویؒ ذکر کرتے ہیں: "یہ عدت ان عورتوں کی ہے جن میں اتنی صفات ہوں خاوند نے ان سے صحبت یا خلوت صحیحہ کی ہو ان کو حیض آتا ہو، آزاد ہوں یعنی شرعی قاعدے سے لونڈی نہ ہو عدت کے اندر دوسرے مرد سے نکاح درست نہیں اور اس کے برعکس جس عورت سے مرد نے صحبت یا خلوت صحیحہ نہ کی اور اس کو طلاق دے دے تو اس پر بالکل عدت لازم نہیں۔"

۶۔ ﴿وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ﴾ (۳۸) (اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال قرار دیا۔)

اس آیت سے پتا چلتا ہے کہ ساری بیوع جائز ہیں، لیکن بعض بیوع ایسی ہیں جن میں خبر واحد کے ذریعے تخصیص موجود ہے لہذا وہ سب ممنوع ہوں گی۔

مانعین کے دلائل

مانعین نے اپنی بات کی ثبوت کے لیے دلائل پیش کیے ہیں۔ (۳۹)

پہلی دلیل

فاطمہ بنت قیس کی روایت سے مانعین نے استدلال کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان کی روایت تسلیم نہ کی اور قرآن کریم کی نص کو عموم پر لیا۔

حضرت ابو اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اسود بن یزید کے ساتھ بڑی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اور ہمارے ساتھ شعبہ بھی تھے۔ شعبی نے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے نہ رہائش مقرر کی اور نہ خرچہ؛ پھر اسود نے کنکریوں کی ہتھیلی بھر لی اور انھیں شعبی کو مارا تو اس نے کہا ہلاکت ہو تم اس جیسی احادیث بیان کرتے ہو۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا ہم اللہ کی کتاب اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اس

۳۷۔ أَنَّ الْآيَةَ إِنَّمَا هِيَ فِي الْحَرَائِرِ بِدَلِيلِ السِّيَاقِ ﴿ مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ ﴾ [البقرۃ: ۲۲۹] ﴿حَتّٰى تَنْكِحَ﴾[البقرۃ: ۲۳۰] ﴿فِيْمَا افْتَدَتْ﴾[البقرۃ: ۲۲۹] ابن نجیم، البحر الرائق، ۴ : ۱۴۵۔

۳۸۔ القرآن، ۲: ۲۷۵۔

۳۹۔ محمد الرازی، المحصول في علم الأصول، تحقیق: طه جابر فیاض العلوانی (ریاض: جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية۔ ۱۴۰۰ھ)، ۳ : ۱۴۰۔

عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑتے۔ ہم نہیں جانتے کہ اس نے شاید یاد رکھا ہے یا بھول گئی۔ اس کے لیے رہائش اور خرچہ ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾[۴۰] (تم انھیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ نکلیں سوائے اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کرنے لگیں۔)[۴۱]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب مجھ سے کوئی حدیث روایت کی جائے، تو اسے اللہ تعالیٰ کی کتاب پر پیش کرو۔ اگر وہ اس کی موافقت کرے تو اسے قبول کرو، اور اگر وہ اس کے خلاف ہو تو اسے رد کرو۔[۴۲]

عقلی دلیل نمبر ۱

کتاب اللہ قطعی الثبوت ہے اور خبر واحد ظنی الثبوت ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ مقطوع مظنون سے اولی ہوتا ہے۔[۴۳]

عقلی دلیل نمبر ۲

دوسرا عقلی جواب یہ بھی ہے کہ نسخ زمان میں تخصیص ہوتا ہے اور تخصیص اعیان میں خصوص ہوتا

۴۰- القرآن،۶۵: ۱۔

۴۱- عَنْ أَبِى إِسْحَاقَ قَالَ كُنْتُ مَعَ الأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ جَالِسًا فِى الْمَسْجِدِ الأَعْظَمِ وَمَعَنَا الشَّعْبِىُّ فَحَدَّثَ الشَّعْبِىُّ بِحَدِيثِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- لَمْ يَجْعَلْ لَهَا سُكْنَى وَلاَ نَفَقَةً ثُمَّ أَخَذَ الأَسْوَدُ كَفًّا مِنْ حَصًى فَحَصَبَهُ بِهِ فَقَالَ وَيْلَكَ تُحَدِّثُ بِمِثْلِ هَذَا قَالَ عُمَرُ لاَ نَتْرُكُ كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا -صلى الله عليه وسلم- لِقَوْلِ امْرَأَةٍ لاَ نَدْرِى لَعَلَّهَا حَفِظَتْ أَوْ نَسِيَتْ لَهَا السُّكْنَى وَالنَّفَقَةُ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿لاَ تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلاَ يَخْرُجْنَ إِلاَّ أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ﴾، *مسلم بن الحجاج القشيری النیسابوری*،**الجامع الصحیح**، الطلاق، باب الْمُطَلَّقَةُ ثَلاَثًا لاَ نَفَقَةَ لَهَا (بیروت: دار الجیل،دار الأفاق الجدیدة،س ن)،رقم:۳۷۸۳۔

۴۲- *ابن بطہ*،**الإبانة الكبرى**، باب ذكر ما جاءت به السنة من طاعة رسول الله صلى(*ریاض*: دارالرایة للنشر والتوزیع)،۱: ۲۲۳، رقم:۱۰۴۔

۴۳- *ابراہیم بن علی الفیروزآبادی الشیرازی*،**التبصرة**، تحقیق: *محمد حسن ہیتو*(دمشق: دار الفکر،۱۴۰۳ھ)،۱: ۱۳۴؛ *غزالی*، **المستصفی**،۲: ۱۵۹۔

ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اگر خبر واحد کے ذریعے اعیان میں تخصیص جائز ہے؛ وہ اس لیے کہ تخصیص العام یہ اولی الغاء الخاص اور یہ معنی نسخ میں موجود ہے تو اس سے نسخ بخبر الواحد کا جواز ملتا ہے، حالاں کہ نسخ بخبر الواحد جائز نہیں ہے، اس لیے تخصیص بخبر الواحد بھی جائز نہیں ہے۔ [۴۴]

مجوزین کی طرف سے مانعین کے دلائل کے جوابات

جس روایت کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قبول نہ کیا، اس سے یہ معنی نہیں نکلتا کہ یہ خبر واحد تھی اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خبر واحد سے تخصیص نہیں کی، بلکہ روایت میں وضاحت ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اللہ کی کتاب اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اس عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم نہیں جانتے کہ اس نے شاید یاد رکھا ہے یا بھول گئی۔[۴۵] اگر عمر فاروق رضی اللہ عنہ خبر واحد کی وجہ سے اس کی بات کو رد کرتے تو علت بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔[۴۶] نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات سے متہم نہیں کیے جاسکتے کہ انھوں نے حدیث کو رد کیا، بلکہ اس عورت کی روایت کو انھوں نے رد کیا۔[۴۷]

۴۴۔ أن الکتاب مقطوع به وخبر الواحد مظنون والمقطوع أولى من المظنون، ابراہیم بن موسی الشاطبی، ت: ابوعبیدہ مشہور بن حسن آل سلیمان(دار ابن عفان،۱۹۹۷ء)،۴: ۲۹۴؛ ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف الفیروزآبادی الشیرازی، **التبصرة في أصول الفقه**، تحقیق: محمد حسن ہیتو (دمشق: دار الفکر،۱۴۰۳ھ)،۱: ۱۳۴؛ ابو حامد محمد بن محمد الغزالی، **المستصفى في علم الأصول**، تحقیق: محمد عبد السلام عبد الشافی (بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۴۱۳ھ)،۱ : ۲۴۸۔

۴۵۔ إنما لم يقبل حديث فاطمة بنت قيس لكونه مخالفا للكتاب والسنة فإن السكنى لها منصوص عليه في قوله: ﴿أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم﴾ [الطلاق: ۶] السرخسی، **أصول**،۲: ۳۴۳،۱: ۳۳۲؛ القاضی ابو یعلی، **العدة**،۲: ۵۵۳۔

۴۶۔ ولو كان خبر الواحد في ذلك مردودا مطلقا لما احتاج إلى هذا التعليل، ابو حامد الغزالی، **المستصفى في علم الأصول**، محقق: محمد بن سلیمان الأشقر (بیروت: مؤسسة الرسالة، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء)، ۱: ۲۹۶؛ علی بن محمد الآمدی، **الإحکام**،۲: ۹۲ : ۳۵۱۔

۴۷۔ ابن امیر الحاج، محمد بن محمد، **التقدير و التحبير** (بیروت: دار الفکر،۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء)،۲ : ۳۳۵۔

زیلعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس روایت سے دلیل پکڑنا صحیح نہیں ہے، ۱- کبار صحابہ نے اس پر رد کیا ہے جیسے ابن مسعود، زید بن ثابت، اسامہ بن زید اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم۔ ۲- اس روایت میں اضطراب ہے۔ ۳- فاطمہ بنت قیس کا نفقہ زبان درازی کی وجہ سے روک دیا اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾(۴۸) یعنی اس میں نشوز تھی۔(۴۹)

دوسری روایت کا جواب

یہ موضوع روایت ہے، زنادقہ نے اس کو گھڑ لیا ہے۔ اس بات کی تصدیق ابن الساجی، ابن المدینی نے کی ہے کیوں کہ اللہ تعالی نے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ یہ حکم نہیں کہ ہم اس کے مقابلے میں اپنے قیاسات کریں۔(۵۰) امام شافعیؒ فرماتے ہیں: اس کو کسی مجہول آدمی نے روایت کیا ہے اور یہ روایت منقطع ہے۔ اس میں عبد الملک بن عبد ربہ ہے اور وہ منکر الحدیث ہے۔ علامہ طاہر پٹنیؒ نے **تذکرۃ الموضوعات** میں خطابی سے نقل کیا ہے کہ اس کو زنادقہ نے گھڑ لیا ہے۔ عجلونی نے **کشف الخفاء** میں صنعانی سے نقل کیا ہے۔ ابن حزم نے اس حدیث کی علل کو ذکر کیا ہے۔(۵۱)

دوسرا جواب

اس حدیث کے موجود ہوتے ہوئے مسح علی الخفین کیا گیا حالاں کہ قرآن میں ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾(۵۲) (جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ کو اور اپنے ہاتھوں کہنیوں سمیت دھولو۔ اپنے سروں کو مسح

۴۸- القرآن، ۶۵: ۱۔

۴۹- دیکھیے: عثمان البارعی، الزیلعی الحنفی، **تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق وحاشیۃ الشلبی** (قاہرہ: المطبعۃ الکبری الأمیریۃ، ۱۳۱۳ھ)، ۳: ۶۱۔

۵۰- عبد القادر بن احمد بن مصطفی بن عبد الرحیم بن محمد بدران، **المدخل إلی مذہب الإمام أحمد بن حنبل**، محقق: محمد امین ضناوی (دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۶ء)، ۱: ۹۷، محمد بن حسین بن حسن الجیزانی، **معالم أصول الفقہ عند أہل السنۃ والجماعۃ** (دار ابن الجوزي، ۱۴۲۷ھ)، ۱۲۲۔

۵۱- محمد بن ادریس الشافعی، **الرسالۃ**، محقق: احمد محمد شاکر، (دار الکتب العلمیۃ، س ن)، ۲۲۵۔

۵۲- القرآن، ۵: ۶۔

کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو۔)

غلام کو تہمت لگانے پر چالیس درے لگانے کا حکم دیا گیا، حالاں کہ قرآن میں ارشاد ہے:﴿ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً﴾ [۵۳] (جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ پیش کر سکیں تو انھیں اسی کوڑے لگاؤ۔) اس میں آزاد اور غلام کا ذکر نہیں ہے۔

غلام کو زنا پر پچاس درے لگانے کا حکم دیا ہے حالاں کہ آیت میں الإماء کا ذکر ہے عبد کا نہیں ہے: ﴿فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ﴾ [۵۴] (پھر اگر وہ بے حیائی کا کام کریں تو انھیں آدھی سزا ہے اس سزا سے جو آزاد عورتوں کی ہے۔)

غلام کی گواہی کو کیوں رد کیا گیا، حالاں کہ آیت میں ہے: ﴿ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ ﴾ [۵۵] (اور آپس میں سے دو عادل شخصوں کو گواہ کرلو۔)

نیز ارشاد ہے: ﴿ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ﴾ [۵۶] (اور اپنے میں سے دو مرد گواہ رکھ لو۔ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جنھیں تم گواہوں میں پسند کرلو۔)

مانعین کے عقلی دلائل کا جواب

ہر خبر واحد سے تخصیص نہیں کرتے، مگر وہ جس کا راوی متہم بالکذب نہ ہو اور سوء الحفظ سے محفوظ ہو۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ تخصیص بالتواتر بھی قابل قبول نہیں، حالاں کہ آپ اس کو مانتے ہیں۔ لہٰذا، آپ کا جواب عوام کا جواب ہے۔ پس جو آپ کا جواب ہے وہ جمہور کا جواب ہے۔

دوسری عقلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ نسخ اور تخصیص کا موازنہ کرتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ دونوں میں

۵۳- القرآن، ۲۴ : ۴۔

۵۴- القرآن،۴: ۲۵۔

۵۵- القرآن،۶۵: ۲۔

۵۶- القرآن،۲: ۲۸۲؛ الرازی،المحصول في علم الأصول،۴: ۴۸۴۔

فرق ہے اور ہم نسخ کو تخصیص کے نام سے نہیں جانتے۔ نسخ اور تخصیص میں شوکانی (متوفی: ۱۲۵۰ھ) نے بیس فروق ذکر کیے، بعض ذیل میں درج ہیں۔

استاذ ابو اسحاق ابراہیم بن محمد الاسفرایینیؒ (متوفی سنہ ۴۱۸ھ) کہتے ہیں: تخصیص بعض اعیان کا ترک ہوتا ہے اور نسخ بعض ازمان کا ترک ہوتا ہے۔

امام غزالیؒ کہتے ہیں کہ نسخ بعض زمانے میں اور تخصیص بعض احوال میں فعل پر وارد ہوتا ہے۔

بیضاویؒ کہتے ہیں: تخصیص بعض افراد میں ہوتا ہے بخلاف نسخ کے وہ سارے افراد کو شامل ہوتا ہے۔

قاضي ابو الطیبؒ بعض شوافع سے نقل کر کے کہتے ہیں: تخصیص میں تقلیل ہوتا ہے اور نسخ میں تبدیل۔

نسخ ہر حکم کو کھینچ لیتے ہیں خواہ شخص واحد سے متعلق ہو یا افراد کثیرہ کے بخلاف تخصیص کے وہ صرف شخص واحد یا امر واحد کو اپنے زد میں لیتا ہے۔

نسخ شریعتوں کو شامل ہوتا ہے یعنی ایک متأخر شریعت متقدم شریعت کے بعض احکام کو منسوخ کرتا ہے بخلاف تخصیص کے، تخصیص صرف ایک شریعت میں ہوتا ہے۔

قفال الشاشیؒ اور عبادیؒ کہتے ہیں: نسخ حکم کے ثبوت کا رفع کرنے کو کہتے ہیں جب کہ تخصیص عام حکم سے تخریج ہوتا ہے۔

ماوردیؒ کہتے ہیں: عام سے کیا مراد ہوتا ہے اس کا بیان تخصیص میں ہوتا ہے اور منسوخ اس چیز کا بیان ہے جو غیر مراد ہو[۵۷]۔

جصاصؒ کہتے ہیں: یہ قول ان کا ہے جو یہ نہیں جانتے کہ نسخ کیا ہوتا ہے؛ کیوں کہ نسخ اور تخصیص دونوں بیان ہے، لیکن نسخ بیان مدۃ الحکم ہے اور تخصیص وہ بیان حکم بعضیت میں ہے جس کو اسم شامل ہوتا ہے۔[۵۸]

ائمہ اربعہ کے متفق مسائل

۱– حرم میں موذی جانوروں کا قتل

﴿لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ﴾ [۵۹] (اور جب تم احرام میں ہو تو شکار نہ کرو۔)

۵۷– الشوکانی، إرشاد الفحول، ۱: ۳۵۲۔

۵۸– الجصاص، الفصول في الأصول، ۱: ۱۷۰۔

۵۹– القرآن، ۵: ۹۵۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام جانوروں میں سے پانچ جانور ایذا دینے والے ہیں جن کو حرم میں بھی قتل کیا جا سکتا ہے؛ کوا، چیل، کاٹنے والا کتا، بچھو اور چوہا۔(۶۰)

۲- مجوس سے جزیہ لینے کا حکم

﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ﴾(۶۱) (مشرکوں کو قتل کرو۔)

مجوس سے جزیہ لینے کا حکم حدیث میں ہے اور اس پر اجماع ہے۔(۶۲)

امام محمد بن باقرؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجوس کا ذکر کیا اور کہا کہ میں نہیں جانتا کہ میں کیا کروں ان کے بارے میں تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سے وہ سلوک کرو جو اہل کتاب سے برتتے ہو۔(۶۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجوسیوں سے جزیہ نہیں لیا یہاں تک کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر پارسیوں سے جزیہ لیا تھا۔ (ہجر ایک گاؤں کا نام ہے)(۶۴)

۶۰- عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ - رضی الله عنها - قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- «خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ كُلُّهَا فَوَاسِقُ تُقْتَلُ فِى الْحَرَمِ الْغُرَابُ وَالْحِدَأَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ وَالْعَقْرَبُ وَالْفَارَةُ»، امام مسلم، **الجامع الصحيح**، الحج ،باب مَا يُنْدَبُ لِلْمُحْرِمِ وَغَيْرِهِ قَتْلُهُ مِنَ الدَّوَابِّ فِى الْحِلِّ وَالْحَرَمِ ،۴: ۱۸، رقم:۲۹۲۴، القاضی محمد ابن العربی المعافری الاشبیلی المالکی، **أحکام القرآن**، ت: محمد عبد القادر عطا (بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۴۲۴ھ / ۲۰۰۳ء)، ۲ : ۱۷۵۔

۶۱- القرآن، ۹: ۵۔

۶۲- السرخسی، **أصول**، ۱: ۳۳۲۔

۶۳- عن جعفر بن محمد بن علي عن أبيه أن عمر بن الخطاب ذكر المجوس فقال :ما أدري كيف أصنع في أمرهم فقال عبد الرحمن بن عوف أشهد لسمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول سنوا بهم سنة أهل الكتاب، امام مالک، **الموطأ**، رواية يحيى الليثي ، كتاب الزكاة، باب جزية أهل الكتاب والمجوس، ۱ : ۲۷۸، رقم: ۶۱۶ ؛ ابن نجیم، **البحر الرائق**، ۳ :۱۰۹۔

۶۴- امام ابوداود، **سنن أبي داود**، الخراج، باب فِى أَخْذِ الْجِزْيَةِ مِنَ الْمَجُوسِ، رقم: ۳۰۴۵۔

ابن شہابؒ سے روایت ہے کہ مجھ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بحرین کے مجوس سے جزیہ لیا اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فارس کے مجوس سے جزیہ لیا اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بربر سے جزیہ لیا۔[۶۵]

۳- ذی ناب کے کھانے کا حکم

﴿قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُہٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَۃً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّہٗ رِجْسٌ﴾[۶۶] (آپ کہ دیجیے جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ان میں تو میں کوئی حرام نہیں پاتا کسی کھانے والے کے لیے جو اس کو کھائے، مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا کہ بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو، کیوں کہ وہ بالکل ناپاک ہے۔)

اس آیت میں ذی ناب کی حلت معلوم ہوتی ہے لیکن حدیث میں اس کی تخصیص ہے۔[۶۷]

ابو ثعلبہ خُشَنی، حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر دانت والے درندے (کا گوشت) کھانے سے منع فرمایا۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث اپنے حجاز کے علما سے نہیں سنی، یہاں تک کہ ابو ادریس نے یہ حدیث مجھ سے بیان کی اور وہ شام کے فقہا میں سے تھے۔[۶۸]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر دانت والے درندے کا گوشت کھانا حرام ہے۔[۶۹]

۶۵- احمد بن الحسین البیہقی، معرفة السنن والآثار، تحقیق: عبد المعطی امین قلعجی، کتاب الجزیة، أخذ الجزیة من المجوس (کراچی: جامعہ الدراسات الإسلامیہ، ۱۹۹۱ء)، ۱۳: ۳۶۵، رقم: ۵۷۲۲۔

۶۶- القرآن، ۶: ۱۴۵

۶۷- ابو بکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی الزبیدی الیمنی الحنفی، الجوهرة النیرة (---- المطبعة الخیریة ۱۳۲۲ھ)، ۲: ۱۸۴؛ محمد بن ادریس الشافعی، الأم، ۲: ۲۴۴، بہاء الدین المقدسی، العدة، ۲: ۸۴۔

۶۸- امام مسلم، الجامع الصحیح، الصید والذبائح، باب، تَحْرِیمِ أَکْلِ کُلِّ ذِی نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَکُلِّ ذِی مِخْلَبٍ مِنَ الطَّیْرِ، ۶: ۵۹، رقم: ۵۰۹۸۔

۶۹- امام مسلم، الجامع الصحیح، الصید والذبائح، باب. تَحْرِیمِ أَکْلِ کُلِّ ذِی نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَکُلِّ ذِی مِخْلَبٍ مِنَ الطَّیْرِ، ۶: ۶۰، رقم: ۵۱۰۱۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر درندے دانت والے کا کھانا حرام ہے۔ امام مالک نے فرمایا یہی حکم ہمارے ہاں ہے۔ (۷۰)

جصاص کہتے ہیں جو آیت میں ہے اس کے علاوہ کی ممانعت یا اباحت کی آیت مقتضی نہیں ہے اور نہ تخصیصِ آیت پر دال ہے دوسری وجہ یہ ذکر کی ہے کہ مشرکین سائبہ اور وصیلہ کو حرام سمجھتے تھے اس لیے آیت میں اس کی نفی ہے؛ البتہ جو حکم عنوان میں مذکور ہے یعنی ذی ناب کی حرمت، اس کو خاموشی سے قبول کیا ہے کیوں کہ اس پر امت کا اتفاق ہے جیسے بندر اور گدھے کی گوشت کی تخصیص؛ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ذی ناب، حمر اہلی، اور گھوڑے کی حرمت میں صحابہ کرام کے درمیان اختلاف موجود ہے اور انھوں ایک دوسرے پر نکیر نہیں کی ہے۔ (۷۱)

۴۔ موزوں پر مسح کرنے کا حکم

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ (۷۲) (اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو۔ اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو۔)

آیت میں پاؤں کے دھونے کا حکم ہے اور مسح کا ذکر اس قراءت میں نہیں ہے۔ جمہور فقہاے کرام کا موزوں پر مسح کے جواز کا حکم ہے۔ جصاصؒ اور قرافیؒ نے دوسری قراءت کو موزوں پر حمل کیا ہے۔ (۷۳) امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ یہ سنت بمنزلہ متواتر ہے اس لیے نسخ القرآن بالسنہ جائز ہے (۷۴) امام شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ

۷۰۔ امام مالک، الموطأ، – كتاب الصيد، باب. تحريم أكل كل ذي ناب من السباع.، ۲ : ۴۹۶، رقم: ۱۰۶۰۔

۷۱۔ الجصاص، **الفصول في الأصول**، ۱ : ۱۸۱۔

۷۲۔ القرآن، ۵ : ۶

۷۳۔ احمد بن علی، الجصاص الحنفی، **أحكام القرآن للجصاص** (نسخة محققة)، تحقیق : محمد الصادق قمحاوی، (بیروت: دارإحياء التراث العربي، ۱۴۰۵ھ.)، ۳ : ۳۵۲، وقال المازري وابن العربي وجماعة من أصحابنا الخفض محمول على حالة لبس الخفين والنصب على حالة عدمهما، شہاب الدین احمد بن ادریس القرافی، **الذخيرة**، تحقیق: محمد حجی (بیروت: دار الغرب، ۱۹۹۴ء)، ۱: ۲۷۰۔

۷۴۔ الجصاص، **الفصول في الأصول**، ۲ : ۳۴۳؛ البزدوی، **كنز الوصول الى معرفة الأصول، أصول البزدوي**، ۱ : ۱۵۲۔

نے خبر واحد سے تخصیص کی ہے۔[۷۵]

حضرت جریر ﷺ نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا ان سے کہا گیا تم ایسا کرتے ہو؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں؛ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ نے پیشاب کیا، پھر وضو فرمایا اور اپنے موزوں پر مسح فرمایا۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ لوگوں کو یہ حدیث بھلی لگتی تھی کیوں کہ حضرت جریر ؓ سورۂ مائدہ، جس میں آیتِ وضو ہے، کے بعد مسلمان ہوئے، یعنی آیت وضو میں پاؤں دھونے کا حکم ہے ان کی یہ حدیث آیت وضو سے منسوخ نہیں ہے۔[۷۶]

۵۔ گدھے کا گوشت کھانے کا حکم

﴿ قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا [۷۷] (آپ کہ دیجیے جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے، ان میں تو میں کوئی حرام نہیں پاتا۔)

آیت سے حرمت معلوم نہیں ہوتی حدیث سے اس کی تخصیص کی گئی ہے۔[۷۸]

عبدالواحد شیبانی، ابن ابی اوفیٰ ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایام خیبر میں ہم کو بھوک کی سخت تکلیف ہوئی اور خاص خیبر کے دن ہم لوگ پلے ہوئے گدھوں کی طرف لپکے اور ان کو ذبح کیا (اور ان کا گوشت پکانا شروع کیا) جس وقت ہانڈیوں میں جوش آرہا تھا تو رسالت مآب ﷺ کے منادی نے اعلان کیا ہانڈیوں کو الٹ دو اور گدھے کے گوشت کا ایک ریزہ تک نہ کھاؤ۔ عبداللہ کا بیان ہے کہ ہم لوگوں نے (آپس میں) کہا کہ آپ ﷺ نے گدھے کا گوشت کھانے سے اس لیے منع فرمایا کہ اب تک اس کا خمس نہیں نکالا گیا تھا اور تقسیم نہیں ہوئی تھی اور

۷۵۔ ابو الولید محمد ابن رشد الحفید، **بداية المجتهد و نهاية المقتصد** (مصر: مطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده، ۱۹۷۵ء)، ۱: ۱۸؛ امام شافعی، الأم، ۱: ۳۲۔

۷۶۔ امام مسلم، **الجامع الصحيح**، الطهارة، باب المَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، ۱ : ۱۵۶، حدیث: ۶۴۵

۷۷۔ القرآن، ۶ : ۱۴۵

۷۸۔ احمد النفراوی، **الفواكه الدواني على رسالة ابن أبي زيد القيرواني**، محقق، رضا فرحات (قاہرہ: مكتبة الثقافة الدينية، س ن)، ۱ : ۹۲؛ امام شافعی، الأم، ۲ : ۲۵۱، منصور بن یونس بن إدریس البہوتی، **الروض المربع شرح زاد المستنقع**، محقق، سعید محمد اللحام (بیروت: دار الفكر للطباعة والنشر، س ن)، ۱: ۴۴۷۔

دوسرے لوگوں کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے گدھے کے گوشت کھانے کو بالکل حرام قرار دے دیا۔ میں نے سعید بن جبیر سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ رسالت مآب ﷺ نے گدھے کے گوشت کھانے کو بالکل حرام کر دیا ہے۔[۷۹]

قرافی فرماتے ہیں کہ آیت میں رکوب کو نعمتوں میں ذکر کیا ہے اگر اس کا کھانا جائز ہوتا تو اس کا ذکر رکوب سے اولی ہوتا ہے۔[۸۰]

ابن نجیم نے یہ کہا ہے کہ خبر واحد سے تخصیص ہوسکتی ہے۔ ان کے مطابق **صحیح بخاری** میں اس کی حرمت پر حدیث موجود ہے،[۸۱] جب کہ کاسانی فرماتے ہیں کہ یہ روایت مشہور ہے اور عام اور خاص نے اس کو قبول کیا ہے۔[۸۲]

۶- دورانِ قتال بچوں اور عورتوں کے قتل کرنے سے منع

ارشاد باری ہے:﴿**فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ**﴾[۸۳] (مشرکوں کو قتل کرو۔)

ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم نے خبر واحد سے آیت کی تخصیص کی ہے اور دورانِ قتال میں بچوں اور عورتوں کے قتل کو ممنوع قرار دیا ہے، بشرطے کہ وہ قتال میں شریک نہ ہوں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے کسی جہاد میں ایک قتل شدہ عورت دیکھی تو رسول اللہ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل کی ممانعت فرمادی۔[۸۴]

۷- ﴿ **حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ** ﴾[۸۵] (تم پر حرام کیا گیا مردار اور خون اور خنزیر کا

۷۹- امام بخاری، **الجامع الصحيح البخاري**، کتاب فرض الخمس، باب مَا يُصِيبُ مِنَ الطَّعَامِ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ، ۴: ۱۱۶، رقم: ۳۱۵۵۔

۸۰- شہاب الدین احمد القرافی، **الذخيرة**، تحقیق، محمد حجی (بیروت: دار الغرب، ۱۹۹۴ء)، ۴: ۱۰۱۔

۸۱- ابن نجیم، **البحر الرائق**، ۸: ۱۹۵۔

۸۲- علاء الدین، ابو بکر الکاسانی، **بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع** (بیروت: دارالکتب العلمیة، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء)، ۵: ۳۷۔

۸۳- القرآن، ۹: ۵۔

۸۴ - امام بخاری، **الجامع الصحيح**، كتاب الجهاد والسير، باب قتل النساء في الحرب، رقم: ۳۰۱۵۔

۸۵- القرآن، ۵: ۳۔

گوشت۔)

جمہور کے نزدیک دریا کے میتہ یعنی بغیر تزکیہ کے حلال ہونے پر اتفاق ہے حالاں کہ آیت میں عموم ہے اور بر و بحر کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم سمندر کا سفر کرتے ہیں اور ہمارے پاس پینے کے لیے پانی محفوظ بہت کم ہوتا ہے اگر ہم اس سے وضو کرلیں تو پیاسے رہ جائیں تو کیا ہم ایسی صورت میں سمندر کے پانی سے وضو کرسکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردہ (مچھلی) حلال ہے۔(۸۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ جب ہم جیش الخبط کے جہاد میں تھے اور ہمارے امیر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ تھے تو ہمیں سخت بھوک لگی تو سمندر نے ایک مری ہوئی مچھلی جسے عنبر کہتے ہیں باہر پھینک دی ہم نے اس جیسی مچھلی دیکھی ہی نہ تھی ہم نے اسے پندرہ دن تک کھایا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی ایک ہڈی لی تو ایک سوار اس کے نیچے سے گزر گیا۔ پھر ابوزبیر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مجھے بتائی کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کھاؤ تو جب ہم مدینہ آئے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اللہ کا بھیجا ہوا رزق ہے، کھاؤ اگر تمھارے پاس ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ۔ کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لا کر دیا تو آپ نے بھی کھایا۔(۸۷)

۸۶- أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَرْكَبُ الْبَحْرَ وَنَحْمِلُ مَعَنَا الْقَلِيلَ مِنَ الْمَاءِ فَإِنْ تَوَضَّأْنَا بِهِ عَطِشْنَا أَفَنَتَوَضَّأُ بِمَاءِ الْبَحْرِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- « هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ الْحِلُّ مَيْتَتُهُ، امام ابوداود، **سنن أبي داود**، الطهارة،باب الْوُضُوءِ بِمَاءِ الْبَحْرِ، رقم:۸۳۔

۸۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ، حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ، قَالَ : أَخْبَرَنِي عَمْرٌو ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، يَقُولُ غَزَوْنَا جَيْشَ الْخَبَطِ وَأُمِّرَ أَبُو عُبَيْدَةَ فَجُعْنَا جُوعًا شَدِيدًا فَأَلْقَى الْبَحْرُ حُوتًا مَيِّتًا لَمْ نَرَ مِثْلَهُ يُقَالُ لَهُ الْعَنْبَرُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ فَأَخَذَ أَبُو عُبَيْدَةَ عَظْمًا مِنْ عِظَامِهِ فَمَرَّ الرَّاكِبُ تَحْتَهُ فَأَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا يَقُولُ : قَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ كُلُوا فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ ذَكَرْنَا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ كُلُوا رِزْقاً أَخْرَجَهُ اللَّهُ أَطْعِمُونَا إِنْ كَانَ مَعَكُمْ فَأَتَاهُ بَعْضُهُمْ { بِعُضْوٍ } فَأَكَلَهُ، امام بخاری، **الجامع الصحيح**،كتاب المغازي،باب غزوة سيف البحر، ۵ : ۲۱۱، رقم:۴۳۶۲۔

ان دو نصوص سے آیت کے عموم میں تخصیص کی گئی ہے۔ آیت میں ہر میتہ کے کھانے کی حرمت ہے خواہ وہ بر کا یا بحر کا اور نصِ حدیث میں دریا کے میتہ کے پاک ہونے کی دلیل ہے اور اس عموم سے استثنا ہے۔

وہ مسائل جن میں جمہور سے تفرد ہو

احناف اور جمہور

﴿ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا ﴾ [۸۸] (چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو۔)

سرقہ کا نصاب

جمہور کے نزدیک تین دراہم ہیں چاندی کے یا ربع دینار ہے سونے کا۔[۸۹]

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ربع دینار ایک درہم کے برابر تھا، یعنی بارہ دراہم ایک دینار کے برابر تھے۔[۹۰]

جمہور کے دلائل میں دو روایات ہیں:

۱۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چور کا ہاتھ ایک ایسی ڈھال کے بدلے میں کاٹا جس کی قیمت تین دراہم تھی۔[۹۱]

۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہاتھ چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ میں کاٹا جائے گا۔[۹۲]

۸۸۔ القرآن،۵: ۳۸۔

۸۹۔ محمد بن صالح بن محمد العثیمین، **الشرح الممتع علی زاد المستنقع**، (دار ابن الجوزی، ۱۴۲۸ھ)، ۹ : ۴۰۷۔

۹۰۔ إنَّ الصَّرْفَ كان على عَهْدِ رسول الله صلى الله عليه وسلم اثْنَيْ عَشَرَ دِرْهَمًا بِدِينَارٍ، لشافعي، **الأم**، ۶ : ۱۳۰۔

۹۱۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- قَطَعَ سَارِقًا فِى مِجَنٍّ قِيمَتُهُ ثَلاَثَةُ دَرَاهِمَ، امام مسلم، **الجامع الصحيح مسلم**، الحدود، باب حَدِّ السَّرِقَةِ وَنِصَابِهَا، ۵ : ۱۱۳، رقم: ۴۵۰۰۔

۹۲۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم تُقْطَعُ الْيَدُ فِي رُبُعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا، امام بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الحدود، باب قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿**وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا**﴾، ۸: ۱۹۹، رقم: ۶۷۸۹؛ القرافی، **الذخیرة**، ۱۲ : ۱۴۴۔

امام ابوحنیفہ ؒ کا استدلال اس حدیث سے ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ڈھال کی چوری کرنے کی وجہ سے ایک آدمی کا ہاتھ کاٹا جس کی قیمت ایک دینار یا دس درہم تھی (یہ حدیث دلیل ہے حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کی) امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو محمد بن سلمہ اور سعدان بن یحیٰ نے ابن اسحاق سے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)[۹۳]

احناف نے دو وجہوں سے دس دراہم والی روایت لی ہے ۱۔ادراء للحد ہے۔۲۔ یہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ "لا قطع إلا في دينار فصاعدا"[۹۴] (چور کا ہاتھ کاٹنا نہیں ہے مگر ایک دینار میں یا اس سے زیادہ میں۔)

جمہور کی طرف سے جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس سے کم میں نہیں ہے اور جو تین دراہم میں قطع کرتے ہیں وہ دس دراہم میں بھی کرتے ہیں، نیز الحجاج بن ارطاۃ ضعیف ہے۔[۹۵]

۲۔ ﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ﴾ [۹۶] (سو تم بہ آسانی جتنا قرآن پڑھ سکو پڑھو۔)

نماز میں قراءتِ مفروضہ کا تعین

علما کی متفقہ رائے ہے کہ نماز بغیر قراءت کے ادا نہیں کی جاسکتی[۹۷] البتہ تعیین میں اختلاف ہے۔

جمہور کے نزدیک تعیین قراءتِ فاتحہ ہے اور دوسری قراءت، فاتحہ کے برابر نہیں ہے۔

۹۳۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَطَعَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- يَدَ رَجُلٍ فِى مِجَنٍّ قِيمَتُهُ دِينَارٌ أَوْ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ وَسَعْدَانُ بْنُ يَحْيَى عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ بِإِسْنَادِهِ.، امام ابوداود، سنن أبي داود، الحدود، باب مَا يُقْطَعُ فِيهِ السَّارِقُ، ۴: ۲۳۷، رقم:۴۳۸۹۔

۹۴۔ مولانا عبدالغفور سنبھلی، اختلاف الأئمة في المسائل المهمة (کراچی: اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاون، س ن)، ۱۹۰۔

۹۵۔ حجاج بن ارطاۃ کے بارے میں تفصیل کے لیے مطالعہ کریں: یوسف بن الزکی عبدالرحمن ابوالحجاج المزی، تہذیب الکمال مع حواشیہ، محقق، بشار عواد معروف (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۰۰ھ / ۱۹۸۰)، ۵: ۴۲۰، رقم ۱۱۱۲۔

۹۶۔ القرآن، ۷۳: ۲۰۔

۹۷۔ وَالْأَمْرُ لِلْوُجُوبِ وَالْقِرَاءَةُ لَا تَجِبُ فِي غَيْرِ الصَّلَاةِ بِالْإِجْمَاعِ فَثَبَتَ أَنَّهَا فِي الصَّلَاةِ، ابو بکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی الزبیدی الیمنی الحنفی، الجوهرة النيرة (قاہرہ: المطبعۃ الخیریۃ، ۱۳۲۲ھ)، ۱: ۵۰۔

جمہور کے دلائل: فاتحہ صحتِ نماز کے لیے شرط ہے اور کوئی قراءت اس کا متبادل نہیں ہے۔ عبادہ بن الصامت سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی تو آپ پر قراءت بھاری پڑ گئی۔ پھر جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ میں تمھیں امام کے پیچھے قراءت کرتے دیکھ رہا ہوں، خبردار اللہ کی قسم ایسا نہ کرنا سوائے سورۂ فاتحہ کے، اس لیے کہ اس کے بغیر کسی کی نماز نہیں ہوتی۔ (٩٨)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے نماز ادا کی اور اس میں ام القرآن نہ پڑھی تو اس کی نماز ناقص ہے۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہی فرمایا اور کہا کہ ناتمام ہے۔ (٩٩)

اس روایت سے کتاب اللہ پر اضافہ جائز ہے کیوں کہ امت نے اس کو قبول کیا ہے۔ احناف کہتے ہیں کہ یہ کتاب اللہ پر اضافہ ہے، یہ مشہور حدیث نہیں ہے کیوں کہ حدیث مشہور وہ ہوتی ہے جس کو تابعین نے قبول کیا ہو۔ (١٠٠) اور جو متیسر ہو اس سے قراءت صحیح ہے کیوں کہ آیت اس کا مقتضی ہے اور اگر فاتحہ کو متعین کیا تو اس تیسیر کی نفی ہوگی۔ (١٠١)

پھر احناف کے ہاں قراءت کا موقع و محل پہلی دو رکعات ہیں۔ یہ امام محمد کا قول ہے جب کہ صاحب

٩٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ كُنَّا خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فِى صَلاَةِ الْفَجْرِ فَقَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ «لَعَلَّكُمْ تَقْرَءُونَ خَلْفَ إِمَامِكُمْ ». قُلْنَا نَعَمْ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ « لاَ تَفْعَلُوا إِلاَّ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَإِنَّهُ لاَ صَلاَةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا »، امام ابوداود، **سنن أبي داود**، رقم: ٨٢٣۔

٩٩- وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الْعَلاَءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ « مَنْ صَلَّى صَلاَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَهْىَ خِدَاجٌ - ثَلاَثًا - غَيْرُ تَمَامٍ »، امام مسلم، **الجامع الصحيح**، الصلاة، باب وُجُوبِ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ فِى كُلِّ رَكْعَةٍ وَإِنَّهُ إِذَا لَمْ يُحْسِنِ الْفَاتِحَةَ وَلاَ أَمْكَنَهُ تَعَلُّمُهَا قَرَأَ مَا تَيَسَّرَ لَهُ مِنْ غَيْرِهَا، ٢ : ٩، رقم: ٩٠٤، سنبھلی، **اختلاف الائمه في المسائل المهمه**، ١٠٨۔

١٠٠- محمد بن محمد بن محمود، الرومی البابرتی، **العناية شرح الهداية** (بیروت: دار الفکر، س ن)، ١: ٢٩٣۔

١٠١- وَالتَّعْيِينُ يَنْفِي التَّيْسِيرَ، الزبیدی الحنفی، **الجوهرة النيرة**، ١ : ٥٢۔

قدوری کے نزدیک کسی بھی دو رکعتوں میں قراءت کرنا فرض ہے۔

مقدار قراءت

۱۔ ایک مکمل آیت۔

۲۔ اتنی مقدار جس پر قراءت کا اطلاق ہو خواہ آیت سے کم ہو۔

۳۔ ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں۔

یہ ماتیسر من القرآن، کی تشریح ہے جس میں عرف عام کو مدار ٹھہرایا گیا ہے، اس لیے کہ مطلق کلام کو عرف عام کے تناظر میں بھی سمجھا جاتا ہے اور عرف عام میں کم از کم یہ تیسری روایت ہے اور آیت سے استدلال اس طرح کیا ہے کہ حکم مطلق قراءت کا ہے، اس لحاظ سے کسی ایک آیت کا تلاوت کرنا بھی قراءت ہی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ شریعت نے حکم دیا ہے کہ جتنا ممکن ہو، قرآن کا اتنا حصہ پڑھا جائے اور یہ ممکن ہے کہ پڑھنے والے کو اس قدر پڑھنا آسان ہو۔ پھر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جس طرح قرآن مجید کی عربی زبان میں قراءت سے نماز جائز ہو جاتی ہے اس طرح فارسی زبان میں تلاوت سے بھی نماز درست ہوتی ہے۔ خواہ عربی زبان میں تلاوت عمدہ طریقے سے کر سکتا ہو نہ کر سکتا ہو۔(۱۰۲)

ما عموم کے لیے ہے تو اس کے مثل ارشاد باری تعالی ﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ﴾ [المزمل: ۲۰] میں کہتے ہیں کیوں کہ کلمۂ ما قرآن کے تمام حصے کو شامل ہے، جس کا تقاضا ہے کہ جوازِ صلوۃ قراءتِ فاتحہ پر موقوف نہ ہو اور حدیث مبارک میں حضور نے فرمایا ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہو گی، پس ہم نے ان دونوں پر اس طریقے سے عمل کیا کہ اس سے حکم کتاب متغیر نہ ہو بایں طور کہ ہم خبر کو نفی کمال پر محمول کریں گے یہاں تک کہ حکم کتاب سے مطلق قراءت فرض ہو گی اور حکم خبر سے فاتحہ کی قراءت واجب ہو گی۔(۱۰۳)

جصاصؒ کہتے ہیں: صحابہ کرام کے درمیان بعض مسائل کی تخصیص میں اختلاف موجود ہے، لیکن انھوں نے ایک دوسرے پر کوئی نکیر نہیں کی ہے اور صحابۂ کرام جب کسی مسئلے میں مختلف ہوں تو خبر واحد سے تخصیص جائز ہو جاتی ہے۔(۱۰۴)

۱۰۲۔ علاء الدین الکاسانی، بدائع الصنائع ،۱: ۱۱۰۔ ۱۱۲۔

۱۰۳۔ الشاشی، أصول، ۱: ۲۳۔

۱۰۴۔ الجصاص، الفصول في الأصول، ۱: ۱۸۱۔

مالکیہ اور جمہور

﴿ قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ ﴾(۱۰۵) (آپ کہ دیجیے جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ان میں تو میں کوئی حرام نہیں پاتا کسی کھانے والے کے لیے جو اس کو کھائے، مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا کہ بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو۔)

ذی مخلب کے کھانے کا حکم

جمہور کے نزدیک پنجے سے شکار کرنے والے پرندے کا گوشت کھانا حرام ہے اور امام مالک فرماتے ہیں: کہ ذی مخلب پرندوں کو کھانا جائز ہے۔

جمہور کی دلیل یہ روایت ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک دانت والے درندے اور ہر ایک پنجے والے پرندے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔(۱۰۶)

امام مالکؒ نے آیت کو عام مانا ہے اور اس میں کوئی تخصیص نہیں کی کیوں کہ ان کے نزدیک یہ روایت

۱۰۵– القرآن،۶: ۱۴۵۔

۱۰۶– وحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ –صلى الله عليه وسلم– عَنْ كُلِّ ذِى نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَعَنْ كُلِّ ذِى مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ، امام مسلم، **الجامع الصحيح**، الصيد والذبائح، باب تَحْرِيمِ أَكْلِ كُلِّ ذِى نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَكُلِّ ذِى مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ، ۲ : ۲۰؛رقم: ۵۱۰۳ ، وذو المخلب من الطير : الصقر والبازي والنسر، والعقاب والشاهين والحدأة ، عبد الله الموصلي الحنفي، **الاختيار لتعليل المختار**، تحقیق: عبد اللطیف محمد عبد الرحمن (بیروت: دار الكتب العلمية،۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء)، ۵ : ۱۵، وَرَوَى عَاصِمُ بْنُ ضَمْرَةَ عَنْ عَلِيٍّ – عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ النَّبِيِّ – {صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ} – أَنَّهُ نَهَى عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَكُلِّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ فَجَعَلَ هَذَا فِي التَّحْرِيمِ أَصْلًا مُعْتَبَرًا ، وَمَالِكٌ لَا يَعْتَبِرُهُ ، وَيَجْعَلُ الْكُلَّ حَلَالًا، ابو الحسن الماوردی، **الحاوي الكبير** (بیروت: دار الفكر ، س ن)، ۱۵ : ۳۰۹؛منصور البہوتی، **الروض المربع**،۱ : ۴۴۷۔

صحیح نہیں ہے۔ (۱۰۷)

شوافع اور جمہور

۱۔ ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ﴾ (۱۰۸) (مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو۔)

شیخ فانی کا قتل

شیخ فانی اگر جنگ میں صاحبِ رائے و تدبیر ہو، تو اس کا قتل بالاتفاق جائز ہے، لیکن اگر اس کی قتال میں کوئی رائے اور تدبیر نہ ہو تو اس میں دو اقوال ہیں: جمہور عدمِ قتل کے قائل ہیں اور امام شافعی ایک قول میں جواز قتل کے قائل ہیں ۔ امام نووی نے شیخ فانی کے قتل کو منہی عنہ قرار دیا ہے۔ (۱۰۹)

جمہور نے اس روایت سے استدلال کیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجاہدین کو بھیجتے وقت) فرمایا روانہ ہو جاؤ اللہ کا نام لے کر اللہ کی تائید و توفیق کے ساتھ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین پر۔ (دیکھو) قتل نہ کرنا بوڑھے آدمی کو نہ چھوٹے بچے کو اور نہ عورت کو اور تم مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا، بلکہ مال غنیمت کو جمع کرنا اور اپنے احوال کی اصلاح کرنا اور بھلائی کرنا، بے شک اللہ نیکی اور بھلائی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ (۱۱۰)

امام شافعیؒ کا استدلال اس روایت سے ہے۔

۱۰۷۔ قال محمد بن رشد : مذهب مالك ، رحمه الله ، إجازة أكل جميع الطير الغربان والأحدية والنسور والعقبان بظاهر قوله عز وجل : ﴿قل لا أجد فيما أوحي إلي محرماً على طاعم يطعمه إلا أن يكون ميتة﴾ ، الآية . لأنه لم يصح عنده عن النبي ، عليه السلام ، النهي عن أكل ذي مخلب من الطير ، فبقي ذلك على ما يقتضيه عموم الآية من تحليل ما عدا المذكور تحريمه فيها ، أبو الوليد محمد بن رشد القرطبي، البيان والتحصيل والشرح والتوجيه والتعليل لمسائل المستخرجة، تحقیق، محمد حجی اور دیگر (بیروت: دارالغرب الإسلامي، ۱۹۸۸ء)،۳ : ۳۷۷، ولا بأس بأكل سباع الطير وكل ذي مخلب منها، احمد النفراوی، **الفواكه الدواني على رسالة ابن أبي زيد القيرواني**، محقق ، رضا فرحات (قاہرہ: مكتبة الثقافة الدينية، س ن)،۱ : ۹۲۔

۱۰۸۔ القرآن،۹: ۵۔

۱۰۹۔ ابوزکریا محی الدین یحیی بن شرف النووی، **المجموع شرح المهذب** (بیروت: دار الفکر)،۱۹: ۳۰۱۔

۱۱۰۔ امام ابوداود، **سنن أبی داود**، الجهاد، باب فِی دُعَاءِ الْمُشْرِكِينَ، ۲ : ۳۴۲، رقم: ۲۶۱۶۔

حضرت سمرہ بن جندب سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مشرکین کے بڑوں کو قتل کرو اور چھوٹوں کو رہنے دو۔ (۱۱۱)

اس روایت کی سند میں حسن بصریؒ ہیں اور روایت عنعنہ سے ہے۔ (۱۱۲)

۲۔ ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾ (۱۱۳) (تم پر حرام کیا گیا مردار۔)

مردار جانور کے بال اور اون

ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ روایت سنی آپ نے فرمایا جو کھال دباغت کی جائے اس میں کوئی مضائقہ نہیں؛ نہ اس کے اون میں نہ بالوں میں اور نہ سینگ میں جب پانی سے دھویا جائے۔ (۱۱۴)

شوافع اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کی سند میں یوسف بن السفر ہے اور وہ متروک ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے آیت کی بنیاد پر استدلال کیا ہے اور وہ عام ہے اور دوسرے حضرات نے جو قیاسات کیے ہیں وہ قوی نہیں ہیں۔ وہ قیاس ہاتھی کے عاج [بڑے دانت] پر قیاس کیا کہ نبی کریم نے اس سے کنگھی بنائی تھی۔ (۱۱۵)

۱۱۱۔ امام ابوداود، **سنن أبي داود**، الجهاد، باب فِي قَتْلِ النِّسَاءِ، ۳: ۷، رقم: ۲۶۷۲۔

۱۱۲۔ تعليق شعيب الأرنؤوط ، إسناده ضعيف من أجل تدليس الحسن البصري وقد عنعنه، امام احمد ، **مسند أحمد بن حنبل** (قاہرہ: مؤسسة قرطبة، س ن) مسند الكوفيين،ومن حديث سمرة بن جندب عن النبي صلى الله عليه و سلم، ۵ : ۲۰، رقم: ۲۰۲۴۳۔

۱۱۳۔ القرآن، ۵: ۳۔

۱۱۴۔ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ سَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم تَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ الله ﷺ يَقُولُ لاَ بَأْسَ بِمَسْكِ الْمَيْتَةِ إِذَا دُبِغَ ، وَلاَ بَأْسَ بِصُوفِهَا وَشَعْرِهَا وَقُرُونِهَا إِذَا غُسِلَ بِالْمَاءِ، ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی، تحقیق: **شعيب الارنؤوط**، حسن عبدالمنعم شلبی، عبداللطیف حرز اللہ، احمد برهوم، **سنن الدارقطني** (بیروت: مؤسسة الرسالة، ۱۴۲۴ھ / ۲۰۰۴ء)، كتاب الطهارة، باب الدباغ، رقم: ۱۱۶۔

۱۱۵۔ وعن أم سلمة عن النبي صلى الله عليه وسلم لا بأس بجلد الميتة إذا دبغ ولا بشعرها إذا غسل وذكروا أقيسة ومناسبات ليست بقوية: واحتج اصحابنا بقول الله تعالى (حرمت عليكم الميتة) وهو عام للشعر وغيره، امام ابوزکریا محی الدین بن شرف النووی، **المجموع شرح المهذب** (بیروت: دار الفکر، س ن)، ۱: ۲۳۶ – ۲۳۷۔

ذبیحہ متروک التسمیہ کا حکم

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ﴾ (١١٦) (اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور یہ کام نافرمانی کا ہے۔)

ذبیحہ پر اگر تسمیہ قصداً چھوڑ دیا جائے تو اس کے کھانے میں دو اقوال ہیں: جمہور کے نزدیک اس کا کھانا حرام ہے ۔امام احمد کی رائے میں اگر سہواً یا عمداً چھوڑ دیا تو اس کا کھانا حرام ہے اور امام شافعی کی رائے میں کھانا جائز ہے کیوں کہ ان کے نزدیک ذبح کرنے کے دوران میں تسمیہ کہنا سنت ہے۔ ماوردی اور امام نووی نے ایسے ہی ذکر کیا ہے۔ (١١٧)

اس عموم کے معارض دو دلائل ہیں:

١- باری تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ﴾ (١١٨) یہ قول متروک التسمیہ عامداً کی حرمت کو ثابت کرتا ہے، جب کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ سے ایسے ذبیحہ کے بارے میں پوچھا گیا جس پر قصداً تسمیہ نہیں پڑھا تو آپ نے فرمایا اسے کھاؤ کیوں کہ ہر مسلمان کے دل میں اللہ کا نام ہے۔ پس ان دونوں کے درمیان تطبیق نہ ہو گی کیوں کہ اگر ترک تسمیہ عامداً کی صورت میں ذبیحہ کی حلت ثابت ہو گئی تو اس حدیث سے ترک تسمیہ ناسیاً کی صورت میں ذبیحہ کی حلت بدرجہ اولیٰ ثابت ہو گی پس اس وقت حکم کتاب مرتفع ہو جائے گا لہٰذا خبر کو ترک کیا جائے گا۔ (١١٩)

١١٦- القرآن، ٦: ١٢١۔

١١٧- مذهبنا أنها سنة في جميع ذلك فان تركها سهوا أو عمدا حلت الذبيحة، امام نووی، **المجموع**، ٨: ٤١٠ – ٤١٢، ابو الحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب البصری البغدادی، **الماوردي** (بیروت: دار الكتب العلمية، ١٤١٤ھ / ١٩٩٤ء)، ١٥: ٢٠۔

١١٨- القرآن، ٦: ١٢١۔

١١٩- كذلك في قوله تعالى ولا تأكلوا مما لم يذكر اسم الله عليه أنه يوجب حرمة متروك التسمية عامدا وجاء في الخبر أنه عليه السلام سئل عن متروك التسمية عامدا فقال (كلوه فإن تسمية الله تعالى في قلب كل امرىء مسلم) فلا يمكن التوفيق بينهما لأنه لو ثبت الحل بتركها عامدا لثبت الحل بتركها ناسيا فحينئذ يرتفع حكم الكتاب فيترك الخبر، احمد بن محمد بن الشاشی، **أصول الشاشي** (بیروت: دار الكتاب العربي، ١٤٠٢ھ)، ١: ٢٣۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے اور اس پر اتفاق ہے۔

۲- ایک حدیث میں آتا ہے: " لأن المؤمن يذبح عَلَى اسم الله تَعَالَى سمى أَوْ لم يسم" (مومن اللہ کے نام پر ہی ذبح کرتا ہے بسم اللہ پڑھے یا نہ پڑھے۔)[۱۲۰]

امام نوویؒ فرماتے ہیں یہ مرسل ہے اور آیت اصنام کے بارے میں ہے، کیوں کہ دوسری آیت میں اس کا بیان ہے: ﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ [۱۲۱] (اور جو آستانوں پر ذبح کیا گیا ہو۔)

نیز امت کا اس پر اتفاق ہے کہ جس نے متروک التسمیہ کھایا وہ فاسق نہیں ہے، لہذا وہ بات اختیار کرنا ہو گی جو شوافع کہتے ہیں۔

حنابلہ اور جمہور

﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ﴾ [۱۲۲] (آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہ دیجیے کہ وہ گندگی ہے، حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہو۔)

حائضہ عورت سے مباشرت

حائضہ عورت سے مباشرت کے بارے میں آیت میں اعتزال علی الاطلاق ہے یعنی پورے بدن سے اعتزال ہے حیض کی مدت میں تو اس کو عموم پر رکھا جائے گا حتی کہ کوئی مخصص ہو۔ خصوص روایات سے کیا گیا ہے جمہور کے نزدیک ناف سے نیچے ران تک کے علاوہ استمتاع جائز ہے اور امام احمدؒ کے نزدیک صرف موضع دم یعنی خاص فرج حرام ہے اور باقی سے استمتاع جائز ہے امام احمدؒ کے موافق قول امام محمدؒ کا بھی ہے۔

جمہور کے دلائل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم میں سے جب کسی کی بیوی کو حیض آجاتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے اختلاط کرنا چاہتے، تو اسے حکم دیتے تھے کہ اپنے حیض کے غلبہ کی حالت میں ازار پہن لے، اس کے بعد

۱۲۰- امام نویعلی، نصب الرأية میں لکھتے ہیں کہ ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث غریب ہے البتہ اس کے معنی میں دیگر احادیث ہیں۔ جمال الدین ابو محمد الزیعلی، نصب الرأية لأحاديث الهداية، ت: محمد عوامہ (بیروت: مؤسسة الريان، ۱۹۹۷ء)، ۴: ۱۸۲۔

۱۲۱- القرآن، ۵: ۳۔

۱۲۲- القران، ۲: ۲۲۲۔

آپ اس سے اختلاط کرتے تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی خواہش پر کوئی اس قدر قابو نہیں رکھتا ہے، جس قدر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش پر قابو رکھتے تھے۔[١٢٣]

ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عورتوں کے ساتھ مباشرت کرتے تو ازار کے اوپر سے اس حال میں کہ حائضہ ہوتیں۔[١٢٤]

ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ ماتحت الازار کسی چیز سے استمتاع جائز نہیں ہے دلیل حدیث نبوی ہے، جو کہ اگرچہ صراحتاً دلالت نہیں کرتی، لیکن مفہوماً دلالت کرتی ہے، چناں چہ جب ایک سائل نے آپ سے دریافت کیا کہ حالت حیض میں میرے لیے اپنی بیوی سے کون سی چیز جائز ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: لک مافوق الإزار کہ ازار سے اوپر سب کچھ جائز ہے۔ اس حدیث میں لفظ فوق نے آکر تحت کو خارج کر دیا اور اب مفہوم یہ ہو گا کہ تحت الازار جائز نہیں ہے، یعنی مفہوم مخالف کو لیا ہے۔[١٢٥]

امام احمدؒ کے دلائل

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہود میں جب کسی عورت کو حیض آتا، تو وہ نہ اسے اپنے ساتھ کھانے دیتے اور نہ اپنے گھروں میں رکھتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ﴿ **وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ط قُلْ هُوَ اَذًى لا فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ** ﴾ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیں کہ وہ گندگی ہے پس الگ رہو عورتوں سے حیض میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماع کے علاوہ ہر کام کرو۔[١٢٦]

١٢٣- عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ : كَانَتْ إِحْدَانَا إِذَا كَانَتْ حَائِضًا فَأَرَادَ رَسُولُ الله صلى الله عليه وسلم أَنْ يُبَاشِرَهَا أَمَرَهَا أَنْ تَتَّزِرَ فِي فَوْرِ حَيْضَتِهَا ثُمَّ يُبَاشِرُهَا قَالَتْ وَأَيُّكُمْ يَمْلِكُ إِرْبَهُ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَمْلِكُ إِرْبَهُ، امام بخاری، **الجامع الصحيح**، كتاب الحيض،باب مباشرة الحائض،١ : ٨٣، رقم:٣٠٢، الجصاص،**أحكام القرآن**،٢ : ٢١۔

١٢٤- عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- يُبَاشِرُ نِسَاءَهُ فَوْقَ الإِزَارِ وَهُنَّ حُيَّضٌ، امام مسلم،**الجامع الصحيح** ، الحيض،باب مُبَاشَرَةِ الْحَائِضِ فَوْقَ الإِزَارِ،١: ١٦٧،رقم:٧٠٧ ۔

١٢٥- سنبھلی،**اختلاف الائمه في المسائل المهمة**،٧٥۔

١٢٦- امام مسلم، **الجامع الصحيح**، باب جَوَازِ غَسْلِ الْحَائِضِ رَأْسَ زَوْجِهَا وَتَرْجِيلِهِ وَطَهَارَةِ سُؤْرِهَا وَالاِتِّكَاءِ فِي حِجْرِهَا وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِيهِ،١ : ١٦٩،رقم:٧٢٠ ؛الجصاص،**أحكام القرآن**،٢ : ٢١۔

احناف کہتے ہیں کہ حدیث عمر رضی اللہ عنہ میں ممانعت ہے اور حدیث انس رضی اللہ عنہ میں اباحت ہے اور جب اباحت اور حظر جمع ہو جائے تو حظر پر عمل کرنا اولی ہے۔(۱۲۷)

یا حدیث انس رضی اللہ عنہ عام مجمل ہے اور حدیث عمر رضی اللہ عنہ مفسر محکم ہے۔

حنابلہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس سے زیر ناف سے ران تک سوائے فرج کے حرمت معلوم نہیں ہوتی، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعض مباح کو چھوڑ دیتے تھے۔ جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ضب نہیں کھایا تو اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ حرام ہے اور فرج کا ستر سنت ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حائضہ بیوی سے کچھ (اختلاط اور مساس وغیرہ) کرنا چاہتے تو اس کی شرم گاہ پر ایک کپڑا ڈال لیتے۔(۱۲۸)

نتائج

۱- خبر واحد کے ذریعے تخصیص پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع موجود ہے۔ اس مقالے میں اس پر چھ آیات سے مثالیں پیش کی گئی ہیں کہ خبرِ واحد کے ذریعے صحابہ کے ہاں تخصیص ملتی ہے۔ مانعین کی ایک دلیل فاطمہ بنتِ قیس کی تھی جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رد فرما دیا؛ کیوں کہ اس کی صحت یقینی نہیں تھی اور دوسری دلیل موضوع ہے۔

۲- سات آیات سے وہ مسائل پیش کیے گئے جن پر ائمۂ اربعہ کا اتفاق ہے اور اس میں خبر واحد کے ذریعے تخصیص کی گئی ہے۔

۳- احناف سے بعض روایت میں تفرد منقول ہے۔ وہ اس خبر واحد سے تخصیص کرتے ہیں جس پر تابعین کا تعامل موجود ہو۔ وہ اس کو مشہور کے نام سے یاد کرتے ہیں لیکن امام کرخیؒ دلیلِ منفصل کے ذریعے تخصیص کرتے ہیں۔

۱۲۷- فإنه لو اجتمع في العين الواحدة حظر وإباحة قدم التحريم على الإباحة، آمدی ،**الإحكام**، ۴ : ۲۶۹۰۔

۱۲۸- عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ بَعْضِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- أَنَّ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- كَانَ إِذَا أَرَادَ مِنَ الْحَائِضِ شَيْئًا أَلْقَى عَلَى فَرْجِهَا ثَوْبًا، امام ابو داود، **سنن أبي داود**، الطهارة،باب فِي الرَّجُلِ يُصِيبُ مِنْهَا مَا دُونَ الْجِمَاعِ،۱ : ۱۱۱،رقم:۲۷۲ ؛ شرح منتهى الإرادات،۱ : ۱۱۳۔

۴- مالکیہ عمل اہل المدینہ کو ترجیح دیتے ہیں اس لیے ان سے پنجے سے کھانے والے پرندوں کے کھانے کے جواز کے بارے میں تفرد منقول ہے۔

۵- خبر واحد کے ذریعے سے تخصیص کا معنی پر بہت اثر پڑتا ہے، کیوں کہ پھر وہ معنی نہیں ہوتا جو عموم میں ہوتا ہے۔

٦- وہ خبر واحد جس کی سند صحیح ہے اور اس کا دوسرا معارض حدیث نہ ہو جس سے جمع، ترجیح یا نسخ کا مسئلہ پیدا ہو تو اس سے تخصیص کرنا صحیح ہے۔

List of Sources in Roman Script

- Al-Qur'ān
- Ahmad, Israr. *Amr bi al-Ma'rūf wa Nahy 'an al-Munkar*. Lahore: Maktabah Khuddam al-Qur'an, 1990.
- Ahmad, Israr. *Bayān al-Qur'ān*. Lahore: Maktabah Khuddam al-Qur'an, 2014.
- Al-Nishapūrī, Muslim b. Al-Hajjaj. *Al-Jami' al-Saḥīḥ*. Beirut: Dar Ihya' al-Turath al-'Arabi, 2000.
- Al-Jawziyyah, Ibn Qayyim. *Al-i'lām al-Muwaqqi'īn 'an Rabb al-'ālamīn*. Beirut: Maktabat al-Ma'arif, 1977.
- Al-Jawziyyah, Ibn Qayyim. *Zād al-Ma'ād fī Hadyi Khayr al-'Ibād*. Cairo: Maktabah wa Matba'ah Muhammad 'Ali Sabih, n.d.
- Al-Shatibi, Ibrahim b. Musa b. Muhammad. *Al-Muwāfiqāt*. Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1975.
- Al-Suyūṭī, Jalal al-Din. *Al-Itqān fī 'Ulūm al-Qur'ān*. Cairo: Al-Hay'ah al-Misriyyah al-'Ammah li al-Kitab, 1974.
- Bonner, Michael. *Jihād in Islamic History: Doctrines and Practice.* Oxford: Princeton University Press, 2006.
- Bonney, Richard. *Jihād: From Quran to bin Laden.* New York: Palgrave Macmillan, 2004.
- Cook, David. *Understanding Jihād*. Berkeley: University of California Press, 2005.
- Ahmad b. Hanbal, *Al-Musnad*. Beirut: Mu'assasat al-Risalah, 2001.
- Ibn Kathir, Isma'il b. 'Umar. *Al-Bidāyah wa al-Nihāyah*. Beirut: Maktabat al-Ma'arif, 1977.
- Ibn Manzur, Muhammad b. Mukarram. *Lisān al-'Arab*. Beirut: Dar Ihya' al-Turath al-'Arabi, n. d.
- *Kitāb-i Muqaddas*. Lahore: Pakistan Bible Society, n.d.
- Madden, Thomas F. "*Rivers of Blood: An Analysis of One Aspect of the Crusader Conquest of Jerwalem in* 1099" Revista Chilena de E studies Medievales1 (2012).

- Marranci, Gabriele. *Jihād Beyond Islam*. Oxford, New York: Berg, 2006.
- Maududi, Sayyid Abu al-A'la. *Al-Jihād fī al-Islam*. Lahore: Idarah Tarjuman al-Qur'an, 1996.
- Maududi, Sayyid Abu al-A'la. *Tafhīm al-Qur'ān*. Lahore: Idarah Tarjuman al-Qur'an, 1990.
- McGirr, Lisa. *The War on Alcohol: Prohibition and the Rise of American State*. New York: W.W. Norton Company, 2015.
- Nadvi, Abu al-Hasan 'Ali. *Tarīkh-i Da'wat-o 'Aẓīmat*. Karachi: Majlis-i Nashariyyat-i Islam, 1969.
- Rahman, Gauhar. *'Ulūm al-Qur'ān.* Mardan: Maktabaht Tafhim al-Qur'an, 2002.
- Salih, Subhi. *Mabāḥith fī 'Ulūm al-Qur'ān*. Beirut: Al-Matba'ah al-'Arabiyyah, 1986.
- Wali Allah, Shah. *Al-Faoẓ al-Kabīr fī Uṣūl al-Tafsīr*. Delhi: Matba' Mujtaba'i, 1310 AH.
- Al-Zarkshī, Muhammad b. Abdullah. *Al-Burhān fī 'Ulūm al-Qur'ān*. ED. Mustafa 'Abd al-Qadir. Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 2011.
- https://www.meforum.org/1754/peace-or-jihad-abrogation-in-Islam
- http://www.frontpagemag.com/fpm/220358/islamic-jihad-and-doctrine-abrogation-raymond-ibrahim